بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

عید آئی گزر گئی رمضان شریف کا مبارک مہینہ روزہ داروں کے لئے گزر گیا اور روزہ خوروں کے لئے بھی، اور ایسے کتنے ہی رمضان اور کتنی ہی عیدیں ہم پر آئیں اور گزر گئیں۔ ہم ذرا منہ پھیر عمر گزشتہ کو دیکھیں کتنے رمضان اور کتنی عیدیں اب تک آئیں اور گزر گئیں، کیا ہم انہیں واپس لا سکتے ہیں؟ ایسے ہی یہ قریب کا رمضان اور قریب تر عید بھی چلی گئی، نہ ہم انہیں واپس لا سکتے ہیں اور نہ آپ۔ ؎

صبح ہوتی ہے، شام ہوتی ہے
عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

ہمارے پاس مال و دولت ہے، عزت و اقتدار ہے۔ شوکت و قوت ہے، یہ سب کچھ ہے لیکن ان سب سے زیادہ قیمتی چیز خود زندگی ہے۔ یقیناً جب زندگی ہوگی جب ہی تو مال و دولت، عزت و اقتدار اور شوکت و قوت کارآمد ہوں گے، ورنہ یہ سب ہمارے کیا کام آئیں گے اور بعد موت کہاں کسی کے کام آئے ہیں جو ہمارے کام آئیں گے۔

جب اجل نے آ کے نقارہ بجایا کوچ کا
کچھ نہ ان کے ساتھ دنیا سے گیا، اِلّا عمل

اور خود زندگی کیا ہے، یہی لمحات کا ایام کا، مہینوں اور برسوں کا مجموعہ ہی تو ہے۔ ہر لمحہ ہماری زندگی کا ایک حصہ ہے، ایک جزو ہے اور ایک ٹکڑا ہے۔ ہم سوچتے ہیں کہ :

کتنے خوش نصیب ہیں وہ جنہوں نے رمضان و عید میں اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور زندگی کو کارآمد بنایا اور کتنے بدنصیب ہیں جنہوں نے فرمانِ الٰہی سے گریز کرکے نہ صرف عمر برباد کی بلکہ آخرت کی سزا کا اپنے آپ کو مستحق بنا دیا۔ رمضان شریف میں کم تول کر، قیمتیں بڑھا کر تاجروں نے کیا کمایا۔ طرح طرح لوگوں کو مجبور کرکے رشوتیں لینے والوں نے کیا کمایا۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ انہوں نے حرام ذرائع سے جو کمایا وہ اس کمائی سے فائدہ اٹھانے کے لئے ابھی اور زندہ بھی رہیں گے۔ کیا یہ سوچنے اور غور کرنے کی باتیں نہیں ہیں۔

بڑا شور مچا ہوا ہے کہ حکومت پاکستان باوجود اپنے دعووں کے اب تک مکمل طور پر اسلامی نظام کیوں نہیں قائم کر دیتی، وہ لوگ خود اپنے آپ پہ اسلامی احکام نافذ کرنے کو تیار ہیں۔ تاجروں سے پوچھا جائے سرکاری ملازموں سے پوچھا جائے، اور ہر لیڈر خود اپنے دل سے پوچھے اس کو خود اپنا دل سب سے زیادہ صحیح جواب دے گا، لوگ صرف رمضان و عید کے دنوں میں اپنے اقوال و اعمال پر غور کریں تو شاید بہت کچھ معلوم ہو جائے گا۔ وکفیٰ بنفسک علیک حسیبا۔ ہمیں یہ کبھی نہیں بھولنا چاہئیے کہ : ؎

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو خود خیال جس کو اپنی حالت کے بدلنے کا

حکومت تو کیا، انبیاء بھی ہماری حالت نہیں بدل سکتے جب تک کہ ہم خود اپنی حالت کو نہ بدلیں حکومت کے قوانین ہم کو نیکوکار نہیں بنا سکتے۔ لیکن ہم خود اپنے آپ کو بہ آسانی بدل سکتے ہیں۔ جب چاہیں توبہ کرکے اور صدقِ دل سے توبہ کرکے اپنی حالت کو بدل سکتے ہیں۔ وہ کون سی حکومت ہے جس کے نزدیک کم تولنا، جھوٹ بولنا رشوتیں لینا اور حرام ذرائع دھوکا، فریب اور چوری چکاری سے کمانا جرم نہ ہو۔ لیکن ہم یہ سب کرتے ہیں اور خوب

کرتے ہیں پھر یہ کہتے ہیں کہ ہم پر اسلامی احکام نافذ کر دیئے جائیں۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

کون مسلمان عورت ہے جس کی یہ تمنا نہ ہو کہ اس کی گود کا بچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ جیسا ہو، اور بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا جیسی ہو، لیکن یہ بھی تو اسے غور کرنا چاہیئے کہ ایسے بیٹے اور ایسی بیٹی کے لئے ماں کو حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مکمل پیروی کرنا پڑے گی اور باپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اتباع کرنی پڑے گی۔ کوئی مدرسہ یا اسکول ہمارے بچوں کو اس رنگ میں نہیں رنگ سکتا۔ ہم سوچتے ہیں کہ اگر نہ بدلے تو ساری تمنائیں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔ اچھے بیٹے اور اچھی بیٹیاں آسمان سے نہیں برسیں گی۔ انہیں ہم خود بنائیں گے تو بنیں گی۔

یوم استقلال۔ کسی قوم کے لئے بلکہ ہر فرد انسانی کے لئے آزادی بہت بڑی نعمت ہے، اتنی بڑی نعمت کہ ایمان کے بعد شاید آزادی ہی کا مرتبہ سب نعمتوں سے برتر قرار پائے گا۔ اور کیوں نہ قرار پائے، انسان ہی نہیں بلکہ ہر ذی روح کے لئے آزادی بڑی نعمت ہے، ؎

گھٹ کے رہ جاتی غلامی میں ہے اک جوئے کم آب
ورنہ آزادی میں بحر بیکراں ہے زندگی

ہمیں یعنی پاکستانیوں کو یہ نعمت صدیوں کی غلامی کے بعد ۲۷ رمضان مبارک ۱۳۶۶ھ جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب کو ملی ہے۔ اسی دن پاکستان ایک مستقل ملک قرار پایا۔ اس مبارک شب کو انگریزی شہنشاہیت کے آخری نائب السلطنت لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے اولین حاکم پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کو کراچی میں باقاعدہ ایک رسمی تقریب میں اختیارات فرماں روائی سپرد کئے اور دنیا کے نقشہ پر ایک نیا اسلامی ملک پاکستان کے نام سے اُبھر آیا۔ الحمد للہ۔ ولا راد لما اراد اللہ۔

اتفاق سے اس سال رمضان مبارک کی تاریخ ۲۷ موافق تھی ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کے دوسرے سال جب اس

نعمت کے لئے یومِ تشکر، یومِ آزادی منانے کا وقت آیا تو انگریزوں کے پروردہ غلاموں نے ۱۴ اگست کو یومِ آزادی قرار دے دیا، اور جب سے آج تک پاکستان کا یومِ آزادی ۲۷ رمضان المبارک کو نہیں بلکہ ۱۴ اگست کو منایا جا رہا ہے اس لئے نہیں کہ اس میں کوئی بڑی گہری مصلحت ہے یا پاکستان میں کسی آدمی کو بھی ۱۴ اگست سے کوئی ذہنی وابستگی ہے بلکہ صرف اس لئے کہ :

مکتب از تدبیر او گیرد نظام
تا بکام خواجہ اندیشد غلام

یہ ہماری اسی کیفیت کا مظاہرہ ہے جو پاکستان کے ہر بڑے شہر میں دکھائی دیتا ہے کہ دفاتر اور دکانوں پر انگریزی ہی انگریزی دکھائی دیتی ہے حتیٰ کہ شہر کراچی میں پان فروشوں کی دوکانوں پر انگریزی پان ہاؤس لکھا ہوا دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے کہ جب دوسرے ممالک سے آنے والے حضرات پان کھاتے ہی نہیں تو پھر یہ کس کے لئے لکھا جاتا ہے ۔

بہرحال ! اب تک ۱۴ اگست ہی کو یوم پاکستان منایا جاتا ہے ۔ ہم بھی منائیں گے اور سبھی منائیں گے۔ اس موقعہ پر ہمیں دو باتیں اچھی طرح یاد رکھنی چاہئیں اور صدق دل سے ہمیں عہد کرنا چاہیے کہ ہم نے جس مقصد سے پاکستان حاصل کیا ہے ۔ اسے ہم حاصل کر کے ہی دم لیں گے ۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم نے اسلام کا نام لے کر پاکستان حاصل کیا تھا اور ہمارا اپنے رب سے یہ عہد واثق ہے کہ سب کچھ اسلام کے مطابق اور اعلائے کلمۃ اللہ ہی کے لئے ہو گا ۔

دوسری بات یہ کہ آزادی کا حاصل کرنا جتنا مشکل کام ہے، آزادی کا قائم رکھنا اور اس کی حفاظت کرنا اس سے کہیں زیادہ مشکل کام ہے ۔ اس کے لئے بڑی محنت کیساتھ کام کرنا ضروری ہے اور ہمیشہ چوکنا رہنا ضروری ہے اور گناہوں کی سزا تو مرنے کے بعد یا قیامت کے دن ملتی ہے لیکن غفلت قدرت کے نزدیک وہ گناہ عظیم ہے جس کی سزا ادھار نہیں بلکہ نقد اور اکثر صورتوں میں فوراً ہی مل جاتی ہے ۔ غفلت کسی کی طرف سے ہو کبھی معاف نہیں

کی جاتی۔ فرد کی غفلت سے فرد کو چوٹ کھانی پڑتی ہے اور قوم کی غفلت سے قوم تباہ ہو جاتی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ غفلت کسی کی کبھی معاف نہیں کی گئی۔ سنت اللہ یہی ہے۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فرائض کی ادائیگی کے لئے توفیق خیر عطا فرمائے۔

وما التوفیق الا باللہ العظیم۔

وفیات۔ دارالعلوم دیوبند (ضلع سہارنپور۔ بھارت) کے مشہور و معروف مہتمم جناب قاری محمد طیب صاحب نے بتاریخ ۱۷ جولائی ۸۳ء وفات پائی (انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا کی عمر تقریباً ۹۰ سال ہو چکی تھی، آخر کب تک زندہ رہتے، کون ہے جسے ایک نہ ایک دن اس دنیا سے جانا نہیں ہے۔ انبیاء و صالحین بھی وفات پا جاتے ہیں اور فساق و ظالمین بھی۔ حق یہی ہے کہ الی اللہ المصیر۔ جو بزرگ اب جنت کو سدھارے اُن کے چھوٹ جانے کا صدمہ ایک امر فطری ہے لیکن ہم یا ساری کائنات ماتم کرکے کیا حاصل کرے گی۔ اللہ تعالیٰ کا حکم آیا اور نافذ ہو گیا، کون ہے جو اسے پل بھر کے لئے روک سکتا ہے۔ مولانا مرحوم نے تو اتنی عمر پائی، نوجوان مرجاتے ہیں تو کون روک لیتا ہے۔ انسانی امیدوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر قضائے ربانی کے ایک ادنیٰ اشارے سے سراب اور محض سراب بن کر رہ جاتا ہے۔

دیکھنا یہ چاہیئے کہ کسی بندہ کو جتنی بھی فرصت زیست ملی اس میں کتنے کام کئے اور کیا کیا کام کئے۔ جس نے اس فرصت پنج روزہ کو حکم الٰہی کے موافق بسر کیا وہ کامیاب رہا اور جس نے غفلت میں بسر کی وہ نقصان میں رہا۔

قاری محمد طیب صاحب مرحوم مولانا قاسم نانوتوی ابتدائی صدر مدرس دارالعلوم دیوبند کے پوتے تھے۔ انہوں نے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی اور وہیں ۵۸ سال تک مختلف حیثیتوں میں کارگزار رہ کر دیوبند ہی میں وفات پائی۔ انہوں نے مولانا محمود الحسن اور مولانا اشرف علی تھانوی کے ہاتھوں پر بیعت بھی کی تھی، اور مولانا اشرف علی تھانوی کے خلیفہ مجاز کی حیثیت سے لوگوں کو مرید بھی کیا کرتے تھے۔ اللہ انہیں اپنی رحمتوں میں جگہ دے۔ انہوں نے اپنی زندگی کو تعلم و تعلیم ہی میں صرف کیا۔ رحمہ اللہ